رفیقِ دیرینہ کی جدائی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ بروز اتوار وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی دفتر واقع گارڈن ٹاؤن ملتان میں ضلع ملتان کے دینی مدارس کے ذمہ داران کے ایک اجلاس میں ایک مختصر اور آخری خطاب کے بعد ہمارے دیرینہ رفیق، مخلص و باوفا دوست، عقائد و افکارِ دیوبند کے محافظ و ترجمان، وفاق المدارس العربیہ کے روحِ رواں، نمونہ اسلاف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ علیہ ہزاروں لاکھوں پسماندگان کو غمزدہ، دل گرفتہ اور اشکبار چھوڑ کر عالم آخرت کو سدھار گئے۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.**

حضرت مولاناؒ کا شمار ان علماء میں ہوتا تھا جن کے علم و عمل، اخلاص و تقویٰ، علمی رسوخ اور دیانت و اصابت فکر پر اہل علم اور خواص کا اتفاق تھا۔ بلاشبہ ان جیسے علماء ربانیین اب خال خال رہ گئے ہیں جن کا وجود پوری امت کے لئے باعثِ رحمت و برکت ہے۔

بندہ کا حضرت مولاناؒ سے تعارف نصف صدی سے زائد عرصہ سے ہے مگر اُن سے محبت و دوستی کا تعلق ۱۴۰۱ھ (۱۹۸۰ء) میں قائم ہوا جب میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ناظم اعلیٰ منتخب ہوا۔ اس علاقۂ الفت و محبت کو بھی پینتیس برس گزر چکے ہیں۔ اس طویل عرصہ میں مولانا مرحوم کے ساتھ جلوت و خلوت، سفر و حضر اور باہمی معاملات و رفاقت کے کئی مواقع پیش آئے۔ بندہ نے مولانا مرحوم کو ظاہراً و باطناً عاملِ شریعت، پیکرِ اخلاص، متبعِ سنت، مضبوط عقیدے کا حامل، تدریس و تعلیم کا ماہرِ فن استاذ، تدریس کے ساتھ بے نظیر مربی، مدبر و مفکر اور مصلحتوں کا شکار نہ ہونے والا رہنما پایا۔

۱۹۸۲ء میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی نظامت عُلیا کی ذمہ داری بندہ کے کندھوں پر تھی۔ وفاق

المدارس کے موجودہ ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری سلمہٗ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان، ''وفاق المدارس'' کی مجلس عاملہ کے نئے نئے ممبر منتخب ہوئے تھے، ان دنوں راقم، مولانا لدھیانوی (مرحوم) اور مولانا محمد حنیف سلمہٗ نے پنجاب کے مدارس کا ایک تفصیلی دورہ کیا، مولانا مرحوم کی معیت ورفاقت کے اس طویل سفر میں اُن کے علمی رسوخ، حاضر جوابی، گہری نظر وبصیرت علمی لطائف اور بذلہ سنجی سے مستفید ولطف اندوز ہونے کا موقع ملا۔ اس سفر میں بندہ کو اندازہ ہوا کہ مولاناؒ اسلام، اہل السنّت والجماعت، احناف اور مسلک دیوبند کی حفاظت کے لئے سیاسی ومفادی مصلحتوں کو قربان کرنے والے ایک بہادر قائد وجرنیل ہیں جسے اپنے اسلاف واکابر کی عظمتوں، قربانیوں، شجاعتوں اور ولولوں کی داستان از بر اور ہر وقت مستحضر ہے، وہ اپنے اکابر کے عاشقِ زار اور اُن کے طریق کار پر اعتماد رکھنے والے وفادار سپاہی تھے۔ علم وتحقیق میں گہرائی ورسوخ اور مطالعہ میں تعمق وتوسع کے باوجود وہ اپنے اکابر واسلاف کے علم وفکر اور تحقیق ونظریات کے پختہ مقلد تھے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور دیگر اکابر کا نام اور حوالہ سننے کے بعد کسی جدید تحقیق ونظریہ کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ متاخرین میں شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے دو عظیم وقابل فخر شاگرد امام اہل السنّت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کی دیانت واصابت فکر پر مکمل اعتماد فرماتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ ''اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اجمالی ایمان مقبول ہے تو میرے وہی عقائد ونظریات ہیں جو امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہم اللہ کے ہیں''۔

مولانا مرحوم کے دینی کارناموں اور مصروفیات کو دیکھا جائے تو تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے کس طرح خود کو دین متین کے لئے وقف کر دیا تھا، وہ ہمہ وقت کسی نہ کسی دینی خدمت میں مصروف ومشغول ہوتے تھے، درس وتدریس تعلیم وتبلیغ تقریر وتذکیر ملک بھر کے اجتماعات میں شرکت، بیرون ملک دورے ''ختم نبوت'' کے جلسوں میں حاضری ''وفاق'' کے اجلاسوں کی سرپرستی، مریدین وطلبہ کی اصلاح وتربیت، مطالعہ وتحقیق اور تصنیف وتالیف جیسے بے شمار دینی کاموں میں وہ ہر وقت منہمک ومشغول رہتے تھے۔

صوبہ پنجاب کے مدارس کے معائنہ کے دوران بندہ نے بیشتر مدارس میں جامعہ خیر المدارس کے فضلاء کو مصروف تدریس پایا۔ اس کے بعد زیادہ تر اساتذہ کا تعلق دار العلوم کبیر والا، جامعہ قاسم العلوم ملتان اور جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا سے تھا ان تینوں اداروں میں مولانا مرحوم نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ استاذ کی قابلیت وصلاحیت کا اندازہ شاگردوں کو دیکھ کر ہوتا ہے، پنجاب میں مولانا مرحوم کے شاگردوں کی کثیر تعداد اور پھر اُن کا درس وتدریس سے وابستہ ہونا

مولاناؒ کے مدرسانہ اور مربیانہ اندازِ تدریس کا غماز ہے۔

مولاناؒ کے ساتھ طویل محبت و رفاقت میں ان کی بے شمار خوبیاں اور کمالات کا مشاہدہ ہوا لیکن ان کی دو خوبیاں ایسی تھیں جن میں بندہ انہیں معاصر علماء سے ممتاز و منفرد سمجھتا ہے۔ ان کی پہلی خوبی اصابت رائے تھی وہ صاحب الرائے بھی تھے اور صائب الرائے بھی، بہت سے مشکل اور پیچیدہ مسائل میں، جب دوسرے حضرات غور و فکر میں غلطاں ہوتے تھے مولانا لدھیانوی مرحوم جچے تلے انداز میں اپنی رائے پیش کرتے اور مسئلہ کا حل سامنے آ جاتا۔ مولانا مرحوم کی دوسری خوبی حد درجہ تواضع و انکسار اور خود کو چھپانا اور مٹانا تھا۔ وہ بہت بلند نسبتوں کے حامل، بزرگ اساتذہ کے شاگرد، دینی جماعتوں کے قائد، مدارسِ دینیہ کے سرپرست اور سلسلۂ عالیہ رائے پور کے مجاز و فیض یافتہ تھے مگر بایں ہمہ اُن میں تکبر تعلّی ریاء و نمود اور خود نمائی کا نام و نشان نہ تھا۔

اُن کے سانحۂ رحلت کے بعد بندہ کو معلوم ہوا کہ تفسیر، حدیث اور مواعظ و خطبات کے موضوعات پر اُن کی کئی کئی جلدوں پر مشتمل تصانیف طبع ہو کر اہل علم میں مقبول و متعارف ہیں۔ اتنے قریبی تعلق کے باوجود انہوں نے مجھ سے کبھی اپنی کسی تالیف کا ذکر تک نہیں کیا بندہ کو ان کی تصنیفات کا علم اُن کی رحلت کے بعد ہوا تو احقر نے حضرت مولانا محمد حنیف سلمہٗ مہتمم جامعہ خیر المدارس و ناظم اعلیٰ وفاق المدارس سے فرمائش کی کہ مولانا مرحوم کی جملہ تالیفات مجھے روانہ فرمائیں۔ مولانا موصوف نے میری درخواست کے مطابق کتابیں بھجوا دیں۔ آج کل مولانا مرحوم کی تالیفات بندہ کے زیرِ مطالعہ ہیں، میں انہیں پڑھتا ہوں اور مولانا مرحوم کی نکتہ چینی، استحضار فی العلوم، وسعتِ مطالعہ اور قوتِ استدلال پر روحانی لطف و کیف محسوس کرتا اور متحیّر ہوتا ہوں کہ اُن کا وجود سادگی اور تواضع کی گوڈری میں لپٹے ہوئے جوہر کی مانند تھا جس کی قدر و قیمت کا اندازہ جوہری ہی لگا سکتا ہے۔

دوسری طرف مولاناؒ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ بندہ سے بندہ کی ''بخاری شریف'' کی املائی تقاریر کے مجموعہ ''کشف الباری'' کے بارے میں اکثر دریافت فرماتے اور اس کی ہر جلد کی اشاعت پر طالب علمانہ مسرت کا اظہار فرماتے جو ان کی تواضع بے نفسی اور انکسار کی دلیل ہے سنۃ اللہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے تواضع اور عاجزی اختیار کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ اُسے سربلند فرماتے ہیں۔ مولانا مرحوم نے خود کو جتنا مٹایا اور چھپایا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے کئی گنا زیادہ اٹھایا اور چمکایا۔ اُن کی زندگی میں اُن کے انگنت شاگرد مسندِ حدیث پر جلوہ افروز ہوئے جو کسی بھی استاذ و مدرس کے لائق اور تشکر اور باعثِ فخر ہے۔

بندہ کو حضرت مولاناؒ کے سانحہ ارتحال کی دلدوز و دردناک خبر کراچی میں ملی، راقم خود کئی ماہ سے علیل و صاحب فراش ہے۔ اسفار کا سلسلہ قریب قریب کالمعدوم ہو گیا ہے۔ خبر سنتے ہی بے اختیار دلی تقاضا ہوا کہ مولانا مرحوم کی نماز جنازہ

میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی جائے۔ میرے فرزند عزیزم مولوی عبیداللہ خالد صاحب اور دیگر احباب نے بندہ کی نقاہت، علالت اور ضعف کے پیشِ نظر یہ محبانہ درخواست کی کہ آپ کی نمائندگی کے لئے میں حاضر ہو جاتا ہوں آپ اس حالت میں سفر نہ کریں، اُن حضرات کے مخلصانہ اصرار کے پیش نظر بندہ نے سفر کا ارادہ ملتوی کر دیا مگر حقیقت یہ ہے کہ مولانا کی طویل رفاقت اور پُر خلوص محبت و تعلق کی وجہ سے دل نے عقل کے اس فیصلے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بندہ نے ہر حال میں جنازے میں شرکت کا فیصلہ کیا۔ ''باب العلوم کہروڑ پکا'' پہنچنے پر معلوم ہوا کہ پورے پاکستان سے ہزاروں لاکھوں مسلمان ایک درویش صفت عالم ربانی کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ بندہ کے عذر وعلالت کے باوجود احباب نے نماز جنازہ پڑھانے کی فرمائش کی۔ بندہ نے سعادت سمجھتے ہوئے نماز جنازہ کی امامت کی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور اُن کی جدائی کے خلا کو اُن سے مخلص و متواضع علماء کرام و شخصیات سے پر فرمائیں۔ آمین۔

☆......☆......☆

فرنگی سامراج کی سازش

فرنگی سامراج نے برصغیر میں اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے بڑی سازشیں کیں۔ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی کے ذریعے اقتدار کو حاصل کرنا بہت آسان تھا، کہیں صادق و جعفر جیسے بے ضمیر، ملک وملت فروش ساتھ مل گئے، کہیں موخاں جیسے غداروں کو خرید لیا گیا مگر حاصل شدہ اقتدار کو باقی رکھنے کے لئے ایک دو نہیں سینکڑوں ایسے اذہان کی ضرورت تھی جو غداری کا لیبل اپنے ماتھے پر لگائے بغیر سینے پر اپنی قومیت کا تمغہ سجائے اپنے فرنگی آقا کی خدمت بجالائیں اور ملک کے طول وعرض میں ان کے مدد ومعاون بنیں، اس کا سب سے آسان حل یہ نکالا گیا کہ مسلمانوں کے بچوں کو ایسی تعلیم دی جائے جو ایک طرف تو ان کو مذہب وملت سے دور کر دے اور دوسری طرف انہیں غیر ملکی آقاؤں کی ذہنی غلامی میں جکڑ دے، یوں کالج اور یونیورسٹیوں کے قیام کا سلسلہ شروع ہو گیا جس پر جج اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا　　　افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

(صدائے وفاق)